

سوال

ہم حج کے لیے گئے تودوران حج حرم سے مجھے ایک بٹوہ ملا جس میں اچھی بھلی رقم بھی تھی ، مجھے اس کا کیا کرنا چاہیئے ، خاص کرجب کہ میں مکہ میں صرف محدود عرصہ کے لیے رہا ؟

پسندیدہ جواب

الحمد لله.

حرم کے لقطہ یا گمشدہ اشیاء کے بارہ میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ آیا ایک سال اعلان کرنے کے بعد یہ بھی حرم کی حدود سے باہر ملنے والی چیز کی طرح ملکیت میں آجائے گی کہ نہیں ؟

کچھ علماء توکہتے ہیں کہ عموم احادیث کی بنا پر یہ بھی ملکیت میں آجائے گا ، لیکن دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اس کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی ، بلکہ ہر وقت اس کا اعلان کرتا رہے اورکبھی بھی اس کی ملکیت میں نہیں آسکتا ۔

اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ میں فرمان ہے :

(اس کا لقطہ اورگمشدہ چیز کسی کے لیے حلال نہیں لیکن جو اس کا اعلان کرے اس کے حلال ہے) ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی قول اختیار کرتے ہوئے کہا ہے :

(کسی بھی حال میں وہ اس کا مالک نہیں بن سکتا ، اس لیے کہ اس کی نہیں وارد ہے اورہروقت اس کا اعلان کرنا ضروری اورواجب ہے) ۔

اس سے بھی والی حدیث میں یہ ظاہر ہے ۔ دیکھیں کتاب : الملخص الفقہی تالیف صالح الفوزان ص (150) ، اس کی مزید تفصیل دیکھنے کے لیے آپ سوال نمبر (5049) کا مراجعہ کریں ۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ سے مندرجہ ذیل سوال کیا گیا :

کیا میرے لیے مکہ مکرمہ سے گمشدہ چیز اٹھانا اوراسے اپنے علاقہ میں لے جا کراعلان کرنا جائز ہے ؟ یا کہ یہ واجب اور ضروری ہے کہ میں مکہ مکرمہ کی مساجد کے دروازوں پر اوربازاروں میں اس کا اعلان کروں ؟

توان کا جواب تھا :

مکہ مکرمہ کی گمشدہ اشیاء میں خصوصیت ہے کہ وہ صرف وہی اٹھا سکتا ہے جو بروقت اس کا اعلان کرتا رہے یا پھر اسے حکومتی اداروں کے سپرد کر دے جو کہ اس کام کے لیے مختص ہیں ، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

(اس کی گمشدہ اشیاء صرف اعلان کرنے والے کے لیے اٹھانی حلال ہے) اس حکم میں حکمت یہ ہے کہ جب گمشدہ اشیاء اپنی جگہ پر ہی رہیں تو ہوسکتا ہے کہ ان کے مالک واپس آکر انہیں حاصل کر لیں ۔

تو اس بنا پر ہم اپنے اس بھائی کو یہ کہیں گے آپ پر واجب اور ضروری ہے کہ آپ مکہ مکرمہ میں جہاں آپ کو ملی وہاں اور اس کے ارد گرد ہی اس کا اعلان کریں ، مثلاً مساجد کے دروازوں اور لوگوں کے جمع ہونے والی جگہوں پر ، اگر آپ یہ نہیں کرسکتے تو پھر آپ یہ رقم گمشدہ اشیاء کے ادارہ کے سپرد کر دیں ۔ دیکھیں کتاب : فتاوی اسلامیہ (2 / 311) ۔

واللہ اعلم .